شاعر اس کی نسبت اب سے سالوں پہلے ہی کہہ گیا تھا ؎

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

اس لئے جو کچھ ہوا اس پر نہ حیرت کی ضرورت ہے اور نہ کسی سے اس کے شکوہ و شکایت کی حاجت۔ ضروری صرف یہ امر ہے کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنا فرض محسوس کریں اور اپنے عمل سے اپنی زندگی کا ثبوت دیں۔

افسوس ہے ۳۱ مئی ۱۹۶۱ء کو مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکی نے جو ہندوستان کے مشہور محدث اور عالم تھے اپنے وطن ٹونک میں وفات پائی۔ مولانا مرحوم علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع اور ماہر تھے۔ قدیم طرزِ تعلیم کے مطابق شروع شروع میں آپ کو منطق فلسفہ اور ریاضیات کے ساتھ زیادہ اشتغال رہا لیکن بعد میں انھوں نے اپنی پوری زندگی حدیث کے درس و تدریس اور اس کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی، علوم ظاہریہ کے علاوہ مکہ معظمہ جا کر باطنی سلوک و معرفت کا فیض حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے حاصل کیا تھا جس سے آخر دم تک ان کی روحانیت کا چراغ روشن رہا۔ علمی و عملی کمالات کے ساتھ فضائل اخلاق کا پیکر تھے۔ نہایت حلیم، متواضع منکسر اور عالی حوصلہ بزرگ تھے انھوں نے اپنی علمی خودداری کو کبھی طمع وجاہت و شہرت یا جذبۂ جلب زر کے آستانہ پر رسوا کرنا گوارا نہیں کیا۔ اس قسم کے جامع الفضائل علماء اب کہیں کہیں شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں، اس بنا پر مولانا مرحوم کی وفات اسلامی دنیائے علوم کا ایک عظیم حادثہ ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آنمرحوم کو صدیقین و شہداء کا مقام جلیل عطا فرمائے۔

لکھنؤ کے اخبار پاؤنیر مورخہ ۸ جولائی کی اگر یہ اطلاع صحیح ہے کہ یوپی گورنمنٹ کے سر رشتہ تعلیم نے ایک سرکلر کے ذریعہ بتایا ہے کہ اس سال سے اسکولوں کیلئے جو نصابِ درس منظور ہوا ہے اس میں دوسرے مضامین کی طرح موسیقی بھی لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ یوپی گورنمنٹ نے ایسا قدم اٹھا کر مسلمانوں کے لئے کس درجہ رنج اور افسوس کا سامان بہم پہنچایا ہے، ہم یہ جانتے ہیں کہ ناچنا اور گانا قدیم ہندو تہذیب اور یورپ کے موجودہ تمدن دونوں کا لازمی جزء ہے لیکن جہاں تک اسلامی تہذیب و تمدن کا تعلق ہے اس فن کی کسی طرح بھی حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی مغربی

تہذیب و تمدن کے وسیع اثرات کے باوجود یہاں کے شریف مسلمان خاندان اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے گانے بجانے کو اسلامی شرافت و نجابت کے خلاف سمجھتے ہیں اور وہ کبھی اسے پسند نہیں کر سکتے کہ ان کی اولاد خود ان کے سامنے یا کسی اور کے روبرو اپنی نغمہ ریزیوں سے فضا کو "موسیقیت زار بنادے"۔

مذہبی احکام سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ کیا اس فن کی تحصیل کے بغیر کوئی تعلیم یافتہ انسان صحیح معنیٰ میں تعلیم یافتہ نہیں کہلایا جاسکتا؟ کیا اخلاق اور لوازمِ انسانیت کی تکمیل موسیقی سے ہی ہوتی ہے؟ اور کیا کچھ اور نہیں تو کم از کم اس طرح بے روزگاری کا حل نکل آتا ہے؟ اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں ہے تو پھر معلوم نہیں کہ حکومت کا یہ سرکلر کس غرض پر مبنی ہے۔

خاکسار نے ایک مرتبہ ایک انگریز دوست سے دریافت کیا تھا کہ آپ لوگوں میں ناچ کو صرف ایک تفریحی حیثیت حاصل ہے یا اس کی کوئی اخلاقی یا روحانی اہمیت بھی ہے، موصوف نے جواب دیا کہ ناچ ہمارے نزدیک محض تفریح نہیں ہے بلکہ اس سے روحانیت کو بھی بڑی ترقی ہوتی ہے" میں نے کہا "یہ کس طرح" جواب ملا" کہ ضبطِ نفس (Self Control.) کی مشق اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے اتنی عمدہ نہیں ہو سکتی"۔

ممکن ہے یوپی کے سررشتۂ تعلیم کے نزدیک بھی گانے بجانے کو لازمی کر کے بچوں اور بچیوں میں اسی طرح کا "ضبطِ نفس" یا "روحانیت" پیدا ہوجانے کی توقع ہو۔ لیکن سررشتہ کو مسلمانوں کی طرف سے اس دھوکہ میں نہیں رہنا چاہئے کہ وہ کبھی بھی پیتل کو سونا، یا ریت کے چمکتے ذروں کو پانی باور کر سکتے ہیں؟

حکومت یوپی کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی ملی تہذیب کا احترام کرتے ہوئے اس حکم کو فوراً منسوخ کردے۔ یا کم از کم مسلمان بچوں اور بچیوں کو اس لزوم سے مستثنیٰ قرار دے۔ جمعیۃ علماء ہند نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے عملی قدم اٹھایا ہے۔ امید ہے کہ دوسری مسلم جماعتیں اور ادارے بھی اس معاملہ میں جمعیۃ کے ساتھ تعاون کر کے اپنی اسلامی حمیت و غیرت کا ثبوت دینگے۔